مذہب امامیہ میں

منابع حدیث

تالیف

آیۃ اللہ سید محمد حسین جلالی

ترجمہ

مولانا سید تلمیذ حسنین رضوی

ناشر

تنظیم المکاتب

گولہ گنج، لکھنؤ۔۱۸

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

نام کتاب	:	مذہب امامیہ میں منابع حدیث
مترجم	:	مولانا سید تلمیذ حسنین رضوی
کمپوزنگ	:	محمد سرور رضوی
ناشر	:	تنظیم المکاتب، گولہ گنج، لکھنؤ
سنہ طباعت	:	اگست ۲۰۱۲ء
مطبوعہ	:	
قیمت	:	

بسم الله الرحمن الرحيم

جملہ اسلامی مذاہب کے نزدیک قرآن مجید کے بعد شریعت اسلامی کا دوسرا ماخذ حدیث ہے۔

اس بات پر سب متفق ہیں کہ حدیث کی مختلف اقسام ہیں۔ہم ان میں سے چند کا ذکر کر رہے ہیں:

الف۔حدیث صحیح

ب۔حدیث موثق

ج۔حدیث حسن

د۔حدیث ضعیف

رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث متواتر اور مشہور ہے:''مَنْ كَذِبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّار''

جو شخص عمداً مجھ سے جھوٹی بات منسوب کرے گا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

مسلم علماء نے مذکورہ اقسام حدیث کو مشخص کرنے کے لیے علم جرح وتعدیل کی بنا ڈالی اور اس کا اہتمام کیا ہے اور اس ضمن میں لاتعداد کتب معرض وجود میں آئیں۔شیعوں کے نزدیک سب سے اہم کتاب اَلرِّعَايَةُ فِي عِلمِ الدِّرَايَة زین الشہید متوفی ٦٥٥ھ کی تصنیف ہے اور اہلسنت کے نزدیک جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ کی تالیف تَدرِيبُ الرَّاوِی ہے۔

اس لیے کہ اگر حدیث میں راویوں کا ذکر نہ ہو تو حدیث بے وزن ہو جاتی ہے اور

ایسی حدیث کو ہر ایک کی جانب منسوب کیا جاسکتا ہے۔سوائے مخصوص حالات کے ترک اسناد کی اجازت نہیں ہے،مثلاً روایت متواتر ہو یا نص قرآنی کے خلاف نہ ہو یا ایسا حکم ہو جس کی صحت مسلّم ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر فقیہ،محدث یا مورخ پر جرح وتعدیل کے قواعد کی پابندی لازمی ہے تاکہ وہ اس وسیلے سے روایات کی صحت کا ضامن ہو اور روایت کو ہر طرح کی تحریف اور غلط تعبیر سے محفوظ رکھتے ہوئے مرتب کرے۔

نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ نئے مصنفین نے اس حقیقی اور اصلی پہلو کو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے۔نیز انھوں نے جرح وتعدیل کی پابندی نہ کرتے ہوئے غلط اور نادرست روایات کو حدیث اور تاریخ کی کتابوں سے نقل کرنا شروع کر دیا جو صحیح اور غیر صحیح ہر طرح کی روایات اور احادیث کا مخزن ہیں۔

حدیث کی مختلف اقسام کو بیان کرنا ''علم درایت'' یا ''مصطلح الحدیث'' کا کام ہے لہٰذا کسی فرد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسناد کے رجال کو جانے بغیر اور نقل روایات میں ان کی کوششوں اور اہتمام کو سمجھے بغیر مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کی طرف کوئی بات منسوب کر دے۔

آخری دور میں ایک نظریہ وجود میں آیا ہے جس کے تحت کتب احادیث سے ضعیف حدیث کو خارج کر کے ان کی اشاعت کی جارہی ہے۔میرے نزدیک یہ نظریہ ایسا ہے جیسے کسی مریض کا علاج کرانے کے بجائے اسے قتل کر دیا جائے۔

تمہیں معلوم ہے کہ حدیث کے کچھ اصول معین ہیں،انھیں کے مطابق انھیں جانچا اور پرکھا جاتا ہے(یعنی صحیح اور معروف احادیث کو قبول کر لیا جائے اور مشکوک احادیث کی جانچ پڑتال کی جائے)

اس کے برعکس حدیث کو حذف یا ترک کرنا اگر وہ صحیح ہو تو رسول اکرم ﷺ سے خیانت ہے اور اگر وہ غلط ہو تو کتابوں کے مصنفین سے خیانت ہے۔ہوسکتا ہے بیشتر احادیث

ہمارے نزدیک صحیح نہ ہوں مگر فی الواقع یا مصنفین کے نزدیک ان کی صحت یقینی ہو۔

اور نہایت افسوس کی بات یہ ہے کہ اسلام کے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والوں نے ایک دوسرے کے منابع اور مصادر حدیث کا تحقیقی مطالعہ نہیں کیا اور یہی سہل پسندی تفرقہ اندازی کا سبب بن گئی جب کہ اس دور میں باہمی اتفاق واتحاد کی اشد ضرورت ہے۔

حقائق ومعارف سے ناواقفیت نے ماضی میں مسلمانوں کو ایک دوسرے سے دور کر دیا تھا۔ مصادر کی کثرت اور منابع کی فراوانی کے باوجود آج بھی ہم اسی کیفیت سے دوچار ہیں جب کہ اہل علم ودانش اور صاحبان فکر ونظر کو یہ معلوم ہے کہ یہ دور متقاضی ہے کہ ہم مل جل کر یگانگت کے ساتھ زندگی بسر کریں۔

لہٰذا چاہیئے کہ ہر مذہب کا علمی اور موضوعی اعتبار سے انصاف پسندانہ مطالعہ کیا جائے جو تعصب اور تنگ نظری سے عاری ہو، امت کو ایک طویل عرصے تک جس کا خمیازہ اٹھانا پڑا ہے۔

اس ہدف کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے مجھے احساس ہوا کہ جس طرح قدیم اساتذہ اپنے مشائخ اور اسانید کا ذکر کرتے ہیں میں بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کتب حدیث کا مختصراً تذکرہ کروں جو شیعہ امامیہ کے نزدیک مستند اور معتبر ہیں۔ مجھے اپنی کم مائگی اور بے بضاعتی کا اعتراف ہے۔ میرا مقصد محض ان کے ذکر کا احیاء، ان کی خوشنودی کا حصول اور ان کے لیے رحمت کی طلب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق کا طالب ہوں، اسی پر توکل ہے اور اسی کی جانب بازگشت ہے۔

مؤلف

محمد حسین جلالی

حدیث کی بنیاد

صحیفۂ علیؑ آغاز اسلام سے آج تک سنی اور شیعوں کے مابین اتنا مشہور ہے کہ محمد بن اسماعیل بخاری نے جامع صحیح میں اور اسی طرح دیگر محدثین نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

(صحیح بخاری جلد اول باب کتابۃ العلم مطبوعہ قاہرہ ۱۳۱۴ھ)

ہم شیعی نقطۂ نظر سے اس صحیفہ کو اسلام میں تدوین حدیث کا آغاز سمجھتے ہیں۔

جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے کہا ہے:

"صحابہ وتابعین میں کتابت حدیث پر اختلاف نظر رہا ہے، ایک گروہ اس عمل کو نامناسب سمجھتا تھا اور ایک گروہ کے نزدیک یہ عمل جائز تھا۔ حضرت علیؑ اور ان کے فرزند امام حسنؑ نے اس عمل کو جائز سمجھتے ہوئے اس کام کا آغاز کر دیا تھا"۔

(تدریب الراوی جلد ۱ صفحہ ۶۹ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۸۳ھ)

حضرت علیؑ کے صحیفہ کے بعد ائمہ اہلبیتؑ کی کتابیں اور خطوط تحریری شکل میں دستیاب ہیں، جیسے:

۱۔ **صَحِیْفَۂ سَجَّادِیَّہ** اور **رِسَالَۃُ الْحُقُوق** امام علی بن الحسین زین العابدینؑ کا املا کردہ موجود ہے۔

۲۔ **تفسیر قرآن** از امام محمد باقرؑ۔

۳۔ رِسَالَةٌ اِلَی الشِّیْعَه اوراَلتَّوحِید ازامام جعفر صادقؑ نیزان کے خطبے، خطوط اور کلمات قصار(جوحکمت ودانائی سے پر ہیں) دستیاب ہیں۔

اسی طرح اکابرین شیعہ نے بھی ائمہؑ کے دوش بدوش اس کام میں بھر پور حصہ لیا ہے۔مثلاً:

۱۔ اَلسُّنَنُ وَالْاَحْکَامُ وَالْقَضَایَا ازابورافع قبطی مصری متوفی ۳۰ھ جورسول اکرمؐ کے قریبی صحابی تھے۔

۲۔ مَنْسَک (حج کے موضوع پر) از جابر بن عبداللہ انصاری متوفی ۷۸ھ۔

۳۔ اَلسَّقِیفَة: ازسلیم بن قیس ہلالی العامری اوراس کےعلاوہ دیگر کتب اوررسائل۔

(تاسیس الشیعہ السید صدر صفحہ ۲۷۹ واعیان الشیعہ سیدامین جلد ا صفحہ ۱۴۷)

اُصُولُ اَرْبَعُمِأَة

دوسری صدی ہجری میں جب کہ امویوں سے عباسیوں کو اقتدار منتقل ہوا اور اس عرصے میں شیعوں پر سیاسی دباؤ کچھ کم ہوا تو بہت سے راویوں نے ان احادیث کی جمع وتدوین کی جانب توجہ مبذول کی جو انھوں نے ائمہ کرامؑ بالخصوص امام جعفر صادقؑ سے روایت کی تھیں اوراسی زمانے میں چارسو رسالے مدون ہوئے جنھیں ''اصول اربعماۃ'' کہا جاتا ہے۔یہ گویا کہ شیعوں کے نزدیک تدوین حدیث کوتوسیع دینے کا آغاز تھا۔

جوامع الحدیث (حدیث کے مجموعے)

اُصُولُ اَرْبَع مِأَة کے بعد''جوامع الحدیث'' کے نام سے کتابیں تحریر کی گئیں، جن کے مؤلفین نے مذکورہ بالا اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ان احادیث کی تہذیب اورترتیب دی اور اس طرح مختلف مجموعہ ہائے حدیث وجود میں آئے جن میں سے مشہور ہیں:

۱۔اَلْجَامِع تالیف ابونصر بزنطی

۲۔اَلْجَامِع تالیف ابوطاہر وراق حضرمی۔محمد بن ابی تسنیم

۳۔اَلْجَامِع تالیف محمد بن احمد بن یحییٰ اشعری

۴۔اَلْجَامِع تالیف ابوجعفر محمد بن حسن بن احمد بن ولید المتوفی ۳۴۳ھ۔

(الذریعۃ الی معرفۃ مصنفات الشیعہ)

چوتھی صدی کے آخر تک اس نوعیت کے جوامع کی تالیف شیعوں کے نزدیک معمول اور رائج رہی ہے۔

کتب اربعہ

اس کے بعد تین شیعہ علماء نے حدیث کی کتابیں تصنیف کیں: جو''کتب اربعہ'' کے نام سے مشہور ہیں۔انھوں نے ان کتب کی تصنیف میں''اصول اربعماۃ''اور''جوامع'' کوملحوظ رکھا اور ابواب قائم کیے اور یہ کتب اربعہ آج تک ہر ایک کی توجہ کا محور رہی ہیں اور حوزہ علمیہ میں درساً پڑھائی جاتی ہیں۔متاخرین نے ان کتب پرشروح وتعلیقات لکھی ہیں جن کی طرف ہم آئندہ اشارہ کریں گے۔

دیگر جوامع جو بعد میں تحریر کیے گئے

کتب اربعہ کی تصنیف کے بعد کچھ اور''جوامع'' تالیف کیے گئے جو بمنزلۂ دائرۃ المعارف کے ہیں جو شیعی تعلیمات پرمشتمل ہیں اور ان میں ائمہ کرامؑ سے وہ روایات لی گئی ہیں جو کتب اربعہ اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں۔

اس قسم کی تالیفات کی جانب اعیان شیعہ نے توجہ مبذول کی اور ہر ایک نے خاص اسلوب اور بہترین روش اختیار کی جن میں سے تین کتب بہت مشہور ہیں:

١۔ **وَسَائِلُ الشِّيْعَةِ اِلیٰ تَحصِيلِ اَحْكَامِ الشَّرِيْعَة** تالیف شیخ محمد بن حسن متوفیٰ ١١٠٤ھ جو حر عاملی کے نام سے مشہور ہیں۔

٢۔ **اَلْوَافِی** تالیف شیخ محمد محسن متوفیٰ ١٠٩١ھ جو فیض کاشانی کے نام سے مشہور ہیں۔ اسکے بعد کتاب "اَلنَّوادِر" تحریر کی گئی جو اس کتاب کا مستدرک تصور کی جاتی ہے۔

٣۔ **بَحَارُ الْاَنوَار** تالیف شیخ الاسلام محمد باقر مجلسی متوفیٰ ١١١١ھ.

اس قسم کے دیگر مجموعے بھی دستیاب ہیں جو ابھی تک مخطوطے کی شکل میں ہیں اور زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے، جن میں سے درج ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں:

١۔ **عَوَالِمُ الْعُلُوم** تالیف شیخ عبداللہ بن نورالدین بحرانی (٢٥ جلدوں میں)

(تاسیس الشیعہ صفحہ ٢٩٠)

٢۔ **جَامِعُ الْاَحْكَام** تالیف سید عبداللہ شبّر (٢٥ جلدوں میں)

٣۔ **جَوَامِعُ الْاَحْكَام** تالیف سید محمد بن شرف الدین الجزائری۔

(الذریعۃ الی معرفۃ مصنفات الشیعۃ جلد ٥ صفحہ ٢٥٣)

چونکہ شیعہ مذہب میں دروازۂ اجتہاد کھلا ہوا ہے، اس لیے علماء شیعہ نے مسلسل آج تک حدیث کو از روئے روایت اور درایت از روئے تحقیق و تدقیق اور از روئے سند و دلالت، بحث و تمحیص اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔

اسی وجہ سے مجتہدین کے مابین فتاویٰ صادر کرنے میں اختلاف نظر ہے۔ اس لیے کہ روایات کے مفاد اور معنی یا روایات کی صحت کے بارے میں ہر ایک اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہے۔

کتب اربعہ

اب ہم کتب اربعہ کی حسن ترتیب و تنظیم و تدوین اور شہرت کی بنا پر اجمالاً ان کتب کا تعارف کرا رہے ہیں:

پہلی کتاب: اَلْكَافِی

الکافی تالیف شیخ محمد بن یعقوب کلینی بغدادی متوفیٰ ٣٢٨ھ. کتاب "تاج العروس" میں مادہ "کلان" کے ذیل میں یہ مرقوم ہے:

"ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی منجملہ فقہاء شیعہ اور سربراہ علماء شیعہ مقتدر عباسی کے دور میں تھے، سلسلی کے نام سے ملقب ہیں کہ بغداد سے متصل "درب السلسلہ" میں مقیم تھے۔"

وہ ٣٢٧ھ میں "درب السلسلۃ" اور "صور" میں روایت حدیث کیا کرتے تھے۔

شیخ طوسیؒ نے کہا ہے:

"شیخ کلینیؒ علم حدیث میں سب سے مؤثق اور معتبر گذرے ہیں۔ انھوں نے کتاب الکافی کو بیس سال میں تصنیف کیا اور ٣٢٨ھ میں وفات پائی۔"

(الاستبصار، شیخ طوسی جلد ٢ صفحہ ٣٥٢)

نجاشی نے کہا ہے:

''شیخ کلینی نے ۳۲۹ھ میں وفات پائی جو سال ''تَنَاثُرُ النُّجُوم'' کے نام سے موسوم ہے۔ ابو قیراط محمد بن جعفر حسینی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ''باب الکوفہ'' میں جو مقبرہ ہے اس میں دفن کیے گئے۔''

ابن عبدون نے کہا:

''میں نے ان کی قبر طی کے راستے میں دیکھی ہے جس پر ایک لوح نصب ہے، جس میں ان کا اور ان کے والد کا نام درج ہے۔''

ابوعلی نے منتہی المقال میں کہا:

''اور ان کی قبر مشرقی بغداد میں مشہور ہے۔ خاص و عام تکیہ مولوی میں آ کر جس کی زیارت کرتے ہیں اور اس میں ایک بیرونی کھڑکی لگائی گئی ہے جو پل کے بائیں جانب واقع ہے۔''

کلینی رازی کی تالیفات درج ذیل ہیں:

۱۔ رسائل ائمہؑ۔

(سید بن طاؤس نے کشف المحجۃ میں اس سے مطالب نقل کیے ہیں)

۲۔ ردِّ قرامطہ

۳۔ گلدستۂ اشعار در بارۂ ائمہ اطہارؑ (اشعار)

۴۔ کتاب رجال

۵۔ تعبیر خواب

۶۔ کتاب الکافی

ہمارے شیخ علامہ بزرگ تہرانی (اپنی کتاب اَلذَّرِیعَۃُ اِلٰی مَعرِفَۃِ مُصَنَّفَاتِ الشِّیعَہ جلد ۱۷ صفحہ ۲۴۵ میں) کتاب الکافی کی تعریف میں یوں رقمطراز ہیں:

''یہ کتاب کتب اربعہ میں سب سے اہم ہے جو قابل اعتماد اصول پر تحریر کی گئی ہے۔''

روایات واحادیث رسولؐ وائمہ کرامؑ پر مشتمل ایسی جامع کتاب پہلے نہیں لکھی گئی۔

اس میں ۳۴؍کتابیں اور ۳۲۶؍ابواب ہیں۔

کلینی نے اسے غیبت صغریٰ کے دوران ۲۰؍سال کی مدت میں تصنیف کیا۔

کتاب تین حصوں پر منقسم ہے:

(۱) اصول کافی

(۲) فروع کافی

(۳) روضۂ کافی

اس کتاب کی بہت سی شرحیں اور لاتعداد حواشی تحریر کیے گئے ہیں۔ نیز مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا ہے۔

شیخ یوسف بحرانی نے (لؤلؤۃ البحرین صفحہ ۳۹۴ میں) کافی میں درج شدہ احادیث کی تعداد کو اس طریقے سے بیان کیا ہے:

صحیح احادیث	۵۰۷۷
حدیث حسن	۱۴۴
حدیث موثق	۱۱۱۸
حدیث قوی	۳۰۲
حدیث ضعیف	۹۴۸۰

اس کتاب کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ کافی میں احادیث کی تعداد کل ۱۶۱۲۱؍ہے۔

کافی کے بہت سے قلمی نسخے بھی موجود ہیں۔ میں نے کتاب کافی کا قدیم ترین نسخہ مشہد مقدس میں مدرسۃ النواب کی لائبریری میں دیکھا ہے جو ۶۷۵ھ کا تحریر کردہ ہے۔

علی بن ابی المیامین (ظ) علی بن احمد بن علی کے قلم سے واسط میں لکھا گیا اور ''کتابخانہ دانشگاہ'' یونی ورسٹی کی لائبریری میں میکروفلم کی شکل میں ہے جس کا نمبر ۵۱۵۶؍ہے۔

کتاب کافی کی طباعت بار بار ایران اور ہندستان میں ہوتی رہی۔ لکھنؤ میں ۱۳۰۳ھ میں اور ایران میں ۱۲۷۸ھ، ۱۲۸۱ھ، ۱۳۱۱ھ، ۱۳۱۵ھ، ۱۳۷۴ھ اور آخر میں آٹھ جلدوں میں وارالکتب الاسلامیہ کے زیرِاہتمام ۱۳۸۱ھ میں طبع ہوئی۔

ڈاکٹر حسین علی محفوظ نے شیخ کلینی کے مفصل حالاتِ زندگی تحریر کیے ہیں جو کتاب کافی کے مقدمہ میں طبع ہوئے اور سیرت کلینی کے نام سے مستقل کتاب کی شکل میں بھی شائع ہوئے ہیں۔

دوسری کتاب: مَنْ لا یَحْضُرُہُ الْفَقِیہ

اسے شیخ محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی متوفی ۱۳۸۱ھ نے تصنیف کیا ہے۔

علامہ حلیؒ نے کہا:

''ہمارے شیخ اور فقیہ خراسان میں مذہب شیعہ کے زعیم ۳۵۶ھ میں بغداد تشریف لائے۔ ان سے بزرگانِ دین نے حدیث کی سماعت کی جب کہ وہ نوجوان تھے۔ وہ جلیل القدر حافظ حدیث، مردم شناس، روایات نقل کرنے والے تھے۔ قم کے رہنے والوں میں ان جیسا حافظ حدیث اور زیادہ علم رکھنے والا کوئی نہ تھا۔''

ان کی تصنیفات کی تعداد تین سو ہے۔ ۱۳۸۱ھ میں ری میں وفات پائی۔

سید بحر العلوم نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

''بزرگانِ شیعہ میں سے ایک بزرگ، شریعت کے رکن رکین رئیس المحدثین، ائمہؑ کی روایات نقل کرنے میں صادق، صاحب الامر کی دعا سے متولد ہوئے اور اسی سبب سے بہت بڑی فضیلت وشرف کے مالک اور افتخار کے درجے پر فائز ہوئے۔''

امام زمانہؑ کی توقیع جو ناحیۂ مقدسہ سے ملی ہے اس میں امامؑ نے صاحب من لایحضرہ

الفقیہ کی توصیف ان الفاظ میں کی ہے:

''اِنَّہٗ فَقِیہٌ مُبَارَکٌ نَفَعَ اللّٰہُ بِہٖ'' ''وہ ایک بابرکت فقیہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کے فائدے کو عام کرے۔''

ان کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

۱. عِلَلُ الشَّرَائِع

۲. عُیُونُ اَخبَارِ الرِّضاً

۳. اَلْاَمَالِی

۴. اَلْخِصَال

۵. ثَوَابُ الْاَعْمَال

۶. مَنْ لا یَحْضُرُہُ الْفَقِیہُ

سید بحر العلوم نے اس کتاب کے بارے میں یہ تحریر کیا ہے:

''ان کی یہ کتاب دنیا میں ایسی شہرت کی حامل ہے جیسے سورج نصف النہار میں چمکتا ہے۔''

محدث نوری نے کہا ہے:

''بہت سے علماء نے من لایحضرہ الفقیہ کی احادیث کو دیگر تین کتب احادیث پر اس لیے ترجیح دی ہے کہ شیخ صدوقؒ اکثر احادیث کے حافظ تھے، انھیں اچھی طرح منضبط کیا اور ہر روایت کی جانچ پڑتال کی ہے۔ انھوں نے کافی کے بعد اپنی کتاب تحریر کی ہے اور تحریر کردہ احادیث کی صحت کی ضمانت لی ہے۔ انھوں نے دیگر مصنفین کی طرح صرف احادیث وروایات کو جمع کرنے کا قصد نہیں کیا بلکہ انھیں احادیث کو رقم کیا جن سے فتویٰ صادر کیا اور ان کی صحت کا حکم لگایا اور اس اعتقاد کے ساتھ جمع کیا کہ یہ احادیث ان کے اور رب کے مابین حجت ہیں۔''

شیخ صدوقؒ نے اس کتاب کا نام محمد بن زکریا کی کتاب مَن لا یَحْضُرُہُ الطَّبِیب

سے اخذ کیا ہے۔

شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب کو چار جلدوں میں مرتب کیا ہے۔محدث بحرانی نے ہر جلد کی احادیث کو شمار کیا تو احادیث کی مجموعی تعداد ۵۹۶۳ر ہوئی جب کہ ۴۴۶ر ابواب قائم کیے جن میں سے ۳۹۱۳ر احادیث مسند ہیں اور ۲۰۵۰ر احادیث مرسل ہیں۔

اس کتاب کے قلمی نسخے بہت ہیں۔اس کا ایک نسخہ ۶۸۱ھ کا تحریر شدہ مانچسٹر کی لائبریری میں موجود ہے، جیسا کہ اس کی فہرست مطبوعہ ۱۹۳۴ء صفحہ ۲۹۸ سے ظاہر ہے۔مجھے ابھی تک وہ نسخہ دستیاب نہیں ہوا ہے۔

یہ کتاب بار بار چھپی ہے:

لکھنؤ (ہندستان) میں ۱۳۰۰ھ میں

تبریز (ایران) میں ۱۳۳۲ھ میں

طہران (ایران) میں ۱۳۷۲ھ میں

نجف اشرف (عراق) میں ۱۳۷۷ھ میں

سید حسن خرسان نے شیخ صدوقؒ کے حالات زندگی پر نہایت بسیط کتاب لکھی ہے جو جلد اول میں ''مقدمہ'' کے طور پر ۱۳۷۷ھ میں شائع ہوئی۔

تیسری کتاب: تَهْذِيبُ الْاَحْكَام

اسے شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطّوسی متوفیٰ ۴۶۰ھ نے تالیف کیا ہے۔

علامہ حلی نے ان کے بارے میں فرمایا:

''شیخ امامیہ، زعیم گروہ شیعہ، جلیل القدر، عظیم المنزلت ثقہ (معتبر)، ممتاز، سچے، احادیث کی معرفت رکھنے والے اور علم رجال، فقہ، اصول فقہ، علم کلام اور ادب کے بہت بڑے ماہر تھے۔ جملہ اخلاقی فضائل اور محامد سے آراستہ تھے۔''

انھوں نے تمام اسلامی فنون پر کتابیں لکھی ہیں۔انھوں نے عقائد اور اصول وفروع کی تہذیب وتدوین کی ہے۔ان میں علمی اور عملی دونوں کمالات یکجا تھے۔

ان کی ولادت ماہ رمضان المبارک ۳۸۵ھ میں ہوئی۔وہ ۴۰۸ھ میں بغداد آئے۔عباسی خلیفہ قائم بامراللہ بن قادر نے علم کلام کی کرسی ان کے اختیار میں دے دی تھی۔

انھوں نے ۴۴۸ھ کو نجف اشرف کی طرف ہجرت کی اور وہاں کی علمی فضا کو از سر نو زندہ کر دیا اور ایک نئی روح پھونک دی جو بعد میں شیعوں کا سب سے بڑا حوزۂ علمیہ بن گیا۔

شیخ الطائفہ کا قیام مرتے دم تک نجف اشرف میں رہا۔آخر کار شب ۲۲ر محرم ۴۶۰ھ کو یہ شمع علم گل ہوگئی۔

ان کے شیعہ شاگردوں کی تعداد ۳۰۰ر تک پہنچتی ہے اور سنی مذہب سے تعلق رکھنے والے بھی بہت سے افراد ان کے شاگرد تھے۔

شیخ طوسی کی تالیفات درج ذیل ہیں:

۱۔	مَسَائِلُ الْخِلاف
۲۔	اَلتِّبْيَانُ فِي تَفْسِيرِ الْقُرآن
۳۔	اَلْمَبْسُوط (دربارۂ فقہ)
۴۔	اَلرِّجَالُ یا اَلْاَبْوَاب
۵۔	اَلْفِهْرِسْت
۶۔	تَهْذِيبُ الْاَحْكَام

ہمارے شیخ علامہ آغا بزرگ تہرانی نے اپنی کتاب الذریعۃ الی معرفۃ مصنفات الشیعۃ جلد ۴ صفحہ ۵۰۴ میں تہذیب الاحکام کے بارے میں یہ لکھا ہے:

''یہ چار کتابوں میں سے ایک اور ایسا قدیم مجموعہ حدیث ہے کہ روز تالیف سے لیکر آج تک علماء شیعہ کا ماخذ ومنبع رہا ہے۔''

شیخ الطائفہ نے اس کتاب کو ان اصولوں کے مطابق منضبط کیا ہے جو علماء ماسبق کے نزدیک معتبر اور معتمد تھے اور ایسی کتب سے استفادہ کیا ہے جو اللہ نے بغداد میں تشریف آوری کے وقت ۴۰۸ھ سے ۴۴۸ھ نجف کی طرف ہجرت کے وقت تک ان کے لیے مہیا کر دی تھیں۔

یہ کتاب دراصل رسالہ اَلْمُقْنَعَہ کی شرح ہے جو فقہ کے موضوع پر لکھی گئی ہے جسے مؤلف کے استاذ، شیخ محمد بن نعمان مفیدؒ متوفی ۴۱۳ھ نے تالیف کیا ہے۔

محدث بحرانی نے کہا ہے:

''میں نے کتاب التہذیب کے ابواب کو شمار کیا ہے یہ کل ۹۳/ابواب پر مشتمل ہے اور احادیث کی تعداد ۱۲۵۹۰/ہے۔''

اس کتاب کے بے شمار قلمی نسخے موجود ہیں۔شیخ آقا بزرگ تہرانی نے کتاب الذریعہ میں کہا ہے:

''کتاب کا پہلا حصہ تبریز میں مؤلف کتاب شیخ الطائفہ کے ہاتھ کا تحریر کردہ موجود ہے اور اس نسخہ پر شیخ بہائی کے ہاتھ کی تحریر بھی نظر آتی ہے جو سید میرزا محمد حسین بن علی اصغر شیخ الاسلام الطباطبائی متوفی ۱۲۹۲ھ کی لائبریری میں آج تک ان کے اولاد کے پاس موجود ہے۔''

شیخ عزالدین بن عبدالصمد عاملی نے ۹۴۹ھ میں اپنے ہاتھ سے اس کی کتابت کی اور کتاب کے آخر میں یہ لکھا ہے:

''میں نے اپنے قلمی نسخے کا مقابلہ مصنف کتاب شیخ طوسی کے اصل قلمی نسخے سے کیا اور اس کی تصحیح کی ہے۔''

یہ کتاب بار بار زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔۱۳۱۸ھ اور ۱۳۷۸ھ میں نجف

اشرف سے ۱۰/جلدوں میں شائع ہوئی۔

شیخ طوسیؒ کے مفصل حالات زندگی ہمارے شیخ علامہ بزرگ تہرانی نے بنفس نفیس تحریر کیے ہیں جو تفسیر تبیان کے مقدمہ میں ۱۳۸۱ھ کو نجف اشرف میں شائع ہوئے اور الگ کتاب کی صورت میں ''حیات شیخ طوسی'' کے نام سے شائع ہوئی۔

چوتھی کتاب: اَلْاِسْتِبْصَار فِيمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْاَخْبَار

یہ کتاب بھی شیخ طوسیؒ کی تصنیف ہے جن کے مختصر حالات زندگی پہلے بیان ہو چکے۔

ہمارے شیخ علامہ بزرگ تہرانی کے بقول اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے:

یہ کتاب کتب اربعہ میں سے ایک اور حدیث کے ان گراں بہا مجموعوں میں سے ہے جن پر احکام شرعیہ کے استنباط کے لیے فقہاء اثناعشریہ کا دارومدار رہا ہے۔

یہ کتاب تہذیب الاحکام کی کئی کتب پر مشتمل ہے مگر اس میں صرف احادیث کے اختلاف اور اس کے مابین جمع کے طریق کا ذکر ہے اور تہذیب الاحکام مخالف اور موافق دونوں طرح کی احادیث کا مجموعہ ہے۔

شیخ طوسیؒ نے فرمایا ہے:

جان لو (اللہ تم پر اپنی رحمت نازل کرے، اللہ تمہاری مدد کرے) میں نے اس کتاب کو تین حصوں پر منقسم کیا ہے:

پہلا اور دوسرا حصہ عبادات سے متعلق ہے اور تیسرا حصہ معاملات اور دیگر فقہی ابواب سے تعلق رکھتا ہے۔

اور شیخ طوسیؒ نے کتاب کی درجہ بندی درج ذیل طریقے پر کی ہے:

پہلا حصہ ۳۰۰/ابواب اور ۱۸۹۹/احادیث پر مشتمل ہے۔

دوسرا حصہ ۲۱۷/ابواب اور ۱۱۷۷/احادیث پر مشتمل ہے۔

تیسرا حصہ ۳۹۸/ابواب اور ۲۴۵۵/احادیث پر مشتمل ہے۔

اس بنا پر کتاب الاستبصار کل ۹۱۵/ابواب اور ۵۵۲۱/احادیث پر مشتمل ہے۔

اس کے کئی قلمی نسخے موجود ہیں:

ان میں سے ایک نسخہ شیخ جعفر بن علی بن جعفر مشہدی کے ہاتھ کا تحریر کردہ ہے وہ ۸/ذی القعدہ ۵۷۳ھ کو اس کی کتابت سے فارغ ہوئے اور انھوں نے اپنے اس نسخہ کی مطابقت مؤلف متوفیٰ ۴۶۰ھ کے قلمی نسخے سے کی ہے جو شیخ علی کاشف الغطاء کی لائبریری نجف اشرف میں موجود ہے۔

یہ کتاب لکھنؤ ہندوستان میں ۱۳۰۷ھ میں طبع ہوئی اور نجف اشرف عراق میں ۱۳۷۵ھ کو چار جلدوں میں شائع ہوئی۔

اسنادِ کتب اربعہ

اکثر علماء شیعہ امامیہ نے اثبات اور مشیخات نامی کتابیں تحریر کی ہیں جن میں وہ اپنی اسناد کو اصحاب کتب اربعہ تک پہنچاتے ہیں۔ اس سلسلے کی سب سے بڑی کتاب **خَاتِمَةُ الْمُسْتَدرَک** ہے جسے شیخ میرزا حسین نوری متوفیٰ ۱۳۲۰ھ نے تالیف کیا ہے۔

چونکہ یہ کتاب آخر میں تحریر کی گئی ہے اس لیے اس باب میں کوئی کتاب ایسی اکمل، جامع اور وسیع نہیں ہے۔

اور میں شاعر کے قول پر عمل کرتے ہوئے:

اگر چہ تم ان جیسے نہیں ہو البتہ تشبیہ دے سکتے ہو
اس لیے کہ بزرگوں کا تشبّہ کامیابی کی علامت ہے

چند مشائخ کے اسمائے گرامی درج کرر ہا ہوں جن کی اسانید مجھ تک پہنچی ہیں اور مجھے ان سے اجازۂ روایت ملا ہے:

۱۔ میرے والد
۲۔ میرے استاد فقیہ، حکیم، یگانہ روزگار سید میرزا حسن بجنوردی
۳۔ مصلح شہیر سید محمد علی ملقب از ہبۃ الدین شہرستانی
۴۔ علامہ کبیر سید مہدی خوانساری
۵۔ افتخار شیعہ سید شہاب الدین مرعشی

اس طرح دوسرے مشائخ جن کا ذکر طول کلام کا باعث ہوگا۔

میں اس مقام پر صرف ایک محدث کبیر کا ذکر کروں گا جو شیخ محمد محسن بن حاج علی بن مولا محمد رضا بن الحاج محسن طہرانی محسنی منزوی ہیں اور آقا بزرگ طہرانی کے لقب سے مشہور ہیں۔

آقا بزرگ طہرانی ۱۲۹۳ھ کو طہران میں متولد ہوئے شوال ۱۳۱۳ھ کو زیارت عتبات عالیات (مقامات مقدسہ) کے لیے عراق تشریف لے گئے پھر اپنے وطن واپس آئے اور ۱۳۱۵ھ کو طلب علم کے لیے نجف اشرف کا قصد کیا اور اپنے شیخ میرزا حسین نوری کی مصاحبت اختیار کی اور صاحب کفایہ شیخ محمد کاظم خراسانی کے درس میں حاضر ہوتے رہے۔ نیز شیخ الشریعہ آقائے اصفہانی اور شیخ محمد تقی شیرازی وغیرہ سے اکتساب علم کیا۔ پھر ۱۳۲۱ھ میں سامرا کا رخ اور ۱۳۳۵ھ تک وہیں پر مقیم رہے۔ پھر نجف اشرف واپس آئے اور ایک عظیم لائبریری کی بنیاد ڈالی اور بنفس نفیس اس کی نگرانی فرمائی۔ میں نے اس لائبریری سے بہت استفادہ کیا ہے۔ آپ تادم واپسیں ۱۸/ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ تک نجف اشرف میں مقیم رہے۔

سب سے پہلے آپ کی تاریخ وفات شاعر کاظمی سید موسوی نے اس طرح کہی ہے:

یہ مصیبت سخت جان لیوا اور غم انگیز ہے
غم زدوں کے لیے سوائے سکوت کے کوئی چارہ نہیں
اگر تم نے انھیں زیر زمین دفن کیا ہے
تو ان کے ساتھ علم و تقویٰ کو بھی دفن کر دیا جائے
ان کا نام آغا بزرگ محسن
۱۳۸۹ھ
ان کے وفات کی تاریخ ہے

ان کی تالیفات کی تعداد ۲۵/کتابیں اور رسائل ہیں جن میں سے چند مشہور یہ ہے:

۱۔ اَلذَّرِیْعَةُ اِلیٰ مَعْرِفَةِ مُصَنَّفَاتِ الشِّیعَة.

۲۔ طَبَقَاتُ اَعْلامِ الشِّیْعَة: باعتبار صدی مرتب کی ہے جس کا آغاز چوتھی صدی ہجری سے ہوتا ہے۔

۳۔ مُصَفَّی الْمَقَالِ فِی مُصَنِّفِی عِلْمِ الرِّجَال

۴۔ تَوْضِیحُ الرِّشَادِ فِی تَارِیخِ عَصرِ الْاِجتِہَاد

۵۔ اَلْمَشِیخَةُ یا اَلْاَسْنَادُ الْمُصَفَّی: جس میں مختصراً علم رجال سے تعلق رکھنے والے اپنے اساتذہ اور ان کی اسناد کا ذکر کیا ہے۔

ان کے مشائخ کی تعداد زیادہ ہے جو ۲۰/تک پہنچتی ہے ان میں سے کچھ یہ ہیں:

۱۔ شیخ مرزا حسین نوری متوفیٰ ۱۳۲۰ھ

۲۔ سید مرتضیٰ کشمیری (جمال السالکین) متوفی ۱۳۲۳ھ

۳۔ شیخ میرزا حسین خلیلی متوفی ۱۳۲۶ھ

۴۔ شیخ محمد کاظم خراسانی متوفی ۱۳۲۹ھ

۵۔ شیخ فتح اللہ شیخ الشریعہ اصفہانی

●●●

میں اپنے مشائخ عظام سے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور وہ اپنے مشائخ سے اسانید متصلہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں تمام کتب حدیث کی جو شیعۂ امامیہ سے تعلق رکھتی ہیں، کتب اربعہ جو شہرت میں شمس عالمتاب کی مانند ہیں اور ان کے علاوہ دیگر کتب اور اصول اور جوامع اور مشیخات اور مؤلفات کی۔

اور ان کی تفصیل خاتمۃ المستدرک از شیخ نوری علیہ الرحمہ سے بیان کرتے ہیں جنھوں نے اس کتاب میں تمام طریقوں، سندوں کو جمع کر دیا ہے اور اوپر والی سند کو ان کے جلیل القدر شاگرد، ہمارے شیخ علامہ آقا بزرگ تہرانی رحمہ اللہ سے روایت کرتا ہوں۔

اور یہاں پر ایک سند عالی کو بیان کرتا ہوں جو علامہ حلی شیخ حسن بن یوسف بن مطہر متوفیٰ

۷۲۶ھ پر منتہی ہوتی ہے، اس لیے کہ انھوں نے اپنے زمانہ میں تمام اسناد کو جمع کیا تھا۔ پھر ان سے اصحاب کتب اربعہ تک سلسلۂ اسناد پہنچتا ہے۔

میں اللہ کی استعانت سے کہتا ہوں۔

میں نے کتب مذکورہ اور اس کے علاوہ دیگر کتب شیعہ امامیہ کی روایت اپنے شیخ علامہ آقائے بزرگ طہرانی متوفیٰ ۱۳۸۹ھ سے کی ہے۔ وہ شیخ میرزا حسین نوری متوفیٰ ۱۳۲۰ھ، وہ سید میرزا ہاشم خونساری، وہ سید صدر الدین عاملی، وہ سید محمد مہدی بحر العلوم، وہ مولیٰ محمد باقر وحید بہبہانی، وہ مولیٰ محمد باقر مجلسی، وہ اپنے والد محمد تقی مجلسی، وہ شیخ بہاء الدین عاملی، وہ اپنے والد حسین بن عبد الصمد عاملی، وہ شیخ زین الدین شہید ثانی، وہ نور الدین علی بن عبد العالی، وہ شمس الدین محمد بن محمد (ملقب بہ موذن جزینی)، وہ ضیاء الدین علی عاملی، وہ اپنے والد شمس الدین محمد بن مکی شہید اول، وہ فخر المحققین ابو طالب محمد حلی، وہ اپنے والد حسن بن یوسف بن مطہر معروف بہ علامہ حلی متوفی ۷۲۶ھ سے روایت کرتے ہیں۔

سند کتاب کافی کلینی رازی

علامہ حلی سید رضی الدین بن طاؤس سے وہ شیخ نجیب الدین سوراوی، وہ شیخ حسین بن رطبہ، وہ شیخ ابو علی طوسی، وہ اپنے والد شیخ طوسی، وہ شیخ مفید ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان، وہ ابو القاسم جعفر بن محمد قولویہ، وہ محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ طوسیؒ نے کہا:

''حسین بن عبید اللہ معروف بہ ابن الغضائری نے ہمیں خبر دی ہے کہ انھوں نے کافی کی اکثر احادیث کو ذاتی طور پر درج ذیل افراد سے سنا ہے۔''

۱۔ ابو غالب احمد بن محمد زراری

۲۔ ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ

۳۔ ابو عبد اللہ احمد بن ابراہیم صیمری معروف بہ ابو رافع

۴۔ ابو محمد ہارون بن موسیٰ تلعکبری

۵۔ ابو المفضل محمد بن عبد اللہ بن مطلب شیبانی

درج بالا افراد میں سے ہر ایک نے محمد بن یعقوب کلینی سے بھی روایت حدیث کی ہے۔

اسی طرح عالم جلیل سید مرتضیٰ نے ابو الحسین احمد بن علی بن سعید کوفی سے اور انھوں نے محمد بن یعقوب کلینی سے کتاب الکافی کی احادیث کو روایت کیا ہے۔

ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ احمد بن عبدون نے انھوں نے احمد بن ابراہیم صیمری اور ابو الحسین عبد الکریم بن عبد اللہ بن نصر بزار سے تفلیس اور بغداد میں انھوں نے ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی سے تمام کتابوں اور روایات کی۔

سند کتاب من لا یحضرہ الفقیہ

شیخ طوسی سے نقل ہوا ہے کہ انھوں نے کہا:

علمائے حدیث کی ایک جماعت (جماعت محدثین) جیسے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان اور ابو عبد اللہ حسین بن عبید اللہ اور ابو الحسین جعفر بن حسن بن حسکہ قمی، ابو زکریا محمد بن سلیمان حمرانی ان سب نے شیخ صدوق سے حدیث نقل کی ہے۔

شیخ نجاشی نے بھی کہا ہے:

میرے والد علی بن احمد نجاشی نے مجھے شیخ صدوق کی جملہ کتب سے باخبر کیا اور جب میں نے ان سے کچھ کتابیں ان کے سامنے پڑھیں تو انھوں نے کہا:

''جس وقت میں نے بغداد میں شیخ صدوق کی تمام احادیث کو جو ان کی کتاب میں درج ہیں ان کی اپنی زبانی سنا تو انھوں نے مجھے نقل حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔''

تہذیب الاحکام اورالاستبصار کی سند

علامہ حلی نے دو عالم جلیل ،سید رضی الدین اور سید جمال الدین طاؤس کے فرزندوں اور انھوں نے شیخ نجیب الدین سورادی اور انھوں نے شیخ حسین بن ہبۃ اللہ بن رطبہ سورادی اور انھوں نے شیخ ابوعلی طوسی اور انھوں نے اپنے والد شیخ الطائفہ طوسی سے ان دونوں کی کتب کی احادیث کو روایت کیا ہے۔

شہید ثانی نے شیخ جلال الدین حسین بن احمد بن نجیب الدین بن محمد بن ہبۃ اللہ بن نما حلی اور انھوں نے اپنے والد اور انھوں نے اپنے والد اور انھوں نے اپنے والد اور انھوں نے اپنے والد اور انھوں نے شیخ ابوعبداللہ حسین بن احمد بن طحال مقدادی ،انھوں نے شیخ ابوعلی طوسی اور انھوں نے اپنے والد شیخ ابوجعفر طوسی علیہم الرحمہ سے ان دونوں کتابوں کی احادیث کو نقل کیا ہے۔

●●●

ہم اس مقام پر ان ہی طرق اور اسانید کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو تفصیل سے آشنا ہونا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ اثبات اور مشیخات کی جانب رجوع کرے۔ ان میں سے متداول اور مشہور کتب درج ذیل ہیں:

۱۔ کِتَابُ الْمَشِیْخَه از شیخ علامہ آقا بزرگ طہرانی متوفیٰ ۱۳۸۹ھ

۲۔ خَاتِمَةُ الْمُسْتَدْرَک از محدث نوری متوفیٰ ۱۳۲۰ھ

۳۔ لُؤْلُؤَةُ الْبَحْرَیْن از شیخ یوسف بحرانی متوفیٰ ۱۱۸۶ھ

۴۔ کِتَابُ الْاِجَازَة از شیخ زین الدین شہید ثانی متوفیٰ ۹۶۵ھ

۵۔ اَلْفِهْرِسْت از شیخ الطائفہ طوسی متوفیٰ ۴۶۰ھ

۶۔ اَلْفِهْرِسْت از نجاشی متوفیٰ ۴۵۰ھ

۷۔ مَشِیخَةُ التَّهْذِیبِ وَ الْاِسْتِبْصَار از شیخ الطائفہ طوسی متوفیٰ ۴۶۰ھ

۸۔ مَشِیخَةُ الْفَقِیه از شیخ صدوق متوفیٰ ۳۸۱ھ